دو مدرسے ایسے ہیں جو اس وقت دلی کی جان ہیں۔ ایک مدرسہ رحیمیہ[1] جس میں دربارِ ولی اللّٰہی سج رہا ہے اور ایک زبردست انقلابی تحریک کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے۔ اور دوسرا اجمیری دروازہ کا مدرسہ جس میں دکن کا ایک نوعمر عالم کسی روحانی اشارے پر آ کر اقامت گزیں ہو گیا ہے۔ تقریباً نصف صدی قبل اس نوجوان کے والد کو دہلی کے ایک مشہور بزرگ نے دکن میں تبلیغ و اصلاح کے کام کے لیے بھیجا تھا۔ آج اُس کا یہ فرزند علم و عرفان کی شمع جلانے کے لیے دکن کو چھوڑ کر دہلی چلا آیا ہے دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ اس کی چتون میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتا ہے وہ اسی کا ہو جاتا ہے جب حدیث کا درس دینا شروع کرتا ہے تو سننے والوں پر ع

فتاد سامعہ در موجہ کوثر و تسنیم

کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

یہ شاہ فخر الدین صاحبؒ ہیں ان کے والد شاہ نظام الدین صاحبؒ اورنگ آبادی حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب دہلویؒ کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے اور اُن ہی کے حکم کے مطابق وہ دکن چلے گئے تھے۔ اس مضمون میں ان ہی کے حالات سے بحث کرنی ہے

ولادت شاہ فخر الدین صاحبؒ کی ولادت باسعادت ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء کو بمقام اورنگ آباد ہوئی۔ جب حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ کو اپنے عزیز مرید شاہ نظام الدینؒ کے تولد فرزند کی خبر پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ فخر الدین نام تجویز کیا[2] اور اپنا ملبوس خاص نومولود کے لیے

---

[1] یہ وہی مدرسہ ہے جس کی نسبت مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں "اس مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے مکان بن گئے ہیں، چوہان کسان وغیرہ غریب لوگ رہتے ہیں۔ یہیں ایک چھوٹی سی مسجد آپ (شاہ ولی اللہؒ) کے نام سے مشہور ہے جس میں آپ نماز پڑھتے تھے۔ اب چونکہ یہ کل جائداد رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب کی ہے اس لیے اس گلی پر مدرسہ رائے بہادر لالہ رام کشن داس کا تختہ لگا دیا گیا ہے" (تاریخ دار الحکومت دہلی۔ ج ۲ ص ۱۶۷) فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارْ (برہان)

[2] مناقب فخریہ (قلمی) ص ۸۔ اس کتاب کا ذکر میں نے اکتوبر ۱۹۴۶ء کے برہان میں کیا تھا۔ میں اپنے محترم بزرگ جناب قاضی جمیل احمد صاحب نظامی نیازی کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے از راہ کرم اس کتاب کا نسخہ (باقی ص ۹۳)

عنایت فرمایا۔ ساتھ ہی ساتھ اس بچہ کے شاندار مستقبل کی بشارت دی۔ ایک مجلس میں خود شاہ فخر الدین صاحبؒ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا۔

"حضرت شیخ بعد تولد من رقعہ کہ برائے حضرت صاحب قبلہ نوشتہ بودند۔ چنانچہ تا حال آں رقعہ پیش ما است برائے من بسیار بشارات والفاظ زیادہ تر از رتبہ من نوشتہ اند و بہ تصدیق لحظۂ ایشاں حق تعالیٰ برمن رحمت کردہ است" [۱]

شاہ صاحبؒ نے اس مکتوب میں یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لڑکا شاہ جہاں آباد میں ہدایت وارشاد کی شمع روشن کرے گا [۲]

شاہ فخر الدین صاحبؒ کے چار بھائی اور ایک بہن تھی۔ ایک بھائی حقیقی تھے باقی سب علاتی۔ بڑے اور حقیقی بھائی کا نام محمد اسمٰعیل تھا [۳] باقی تینوں بھائیوں کے نام غلام معین الدین غلام بہاء الدین، غلام کلیم اللہ تھے۔ بڑے بھائی خواجہ کامگار خاں [۴] کے مرید تھے۔ باقی تینوں بھائی شاہ فخر الدین صاحبؒ سے بیعت تھے [۵]

شاہ فخر الدین صاحبؒ کے بڑے بھائی بہت سادہ لوح اور نیک طینت انسان تھے۔ شاہ فخر الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔

"برادر کلان من بسیار سادہ بود مرا بہ لفظ ملّا یاد کردند، برایں جہت کہ ایشاں اکثر بہ تماشا مشغول می شدند و ہیں ذوق داشتند من اکثر کم حاضر می شدم مرا ملّا می گفتند" [۶]

(بقیہ [۳]) مجھے عنایت فرمایا۔ اس مضمون کی تیاری میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔ [۱] فخر الطالبین (قلمی) ص ۱۰۲ یہ حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کا ملفوظ ہے اور اُن کے ایک مرید سید نور الدین حسینی فخری نے مرتب کیا ہے میرے پیشِ نظر قلمی نسخہ کا سنہ کتابت ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۰ھ ہے۔ [۲] مناقب فخریہ۔ ص ۸ [۳] شجرۃ الانوار مصنفہ رحیم بخش۔ میں اُن کا نام عماد الدین خاں لکھا ہے۔ اور محمد اسمٰعیل نام کو غلط بتایا ہے۔ [۴] یہ حضرت شاہ نظام الدین صاحبؒ کے مرید اور خلیفہ تھے انہوں نے اپنے پیر کے ملفوظات "احسن الشمائل" کے نام سے مرتب کیے ہیں۔

[۵] مناقب فخریہ۔ ص ۹۔ [۶] فخر الطالبین۔ ص ۱۰۰

شاہ فخر الدین صاحبؒ کو اپنے بہن بھائیوں سے بڑی محبت تھی اپنی بہن کو "اما" کہا کرتے تھے[1] بڑے بھائی کا جب انتقال ہوا تو نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔[2]

سلسلۂ نسب اور لقب | حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے واسطے سے حضرت صدیق اکبرؓ تک پہونچتا ہے۔ آپ نے اپنے سلسلۂ حدیث میں اپنے آپ کو "صدیقی" لکھا ہے۔[3] آپ کی والدہ جن کا نام سید بیگم تھا حضرت سید محمد گیسو درازؒ کے خاندان سے تھیں۔[4]

حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کا لقب "محب النبی" تھا۔[5] اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لقب سے مخاطب کرتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا۔[6]

تعلیم | شاہ فخر الدین صاحبؒ کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ اُن کے والد شاہ نظام الدینؒ خود بڑے ذی علم بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے اس بیٹے کی جس کے شاندار مستقبل کے متعلق حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ بشارت دے چکے تھے۔ تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ اور اس زمانہ کے نہایت ہی مشہور علماء سے اُن کی تکمیل تعلیم کرائی۔ حضرت شاہ نور محمد صاحبؒ نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ فخر الدین صاحب نے نہایت ہی بلند پایہ بزرگوں سے تحصیل علوم کیا تھا۔[7]

---

[1] فخر الطالبین۔ ص ۱۰۷ (قلمی) [2] ایضاً ص ۶۰ (قلمی) [3] تکملہ سیر الاولیاء، از گل محمد احمد پوری۔ ص ۴۹۔ مناقب فخریہ ص ۵۔ [4] شجرۃ الانوار، از رحیم بخش (قلمی) یہ چشتیہ سلسلہ کی مکمل تاریخ ہے اور کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مصنف حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کا مرید ہے۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے اس کا سنہ کتابت ۱۲۸۱ھ ہے۔ اس کتاب کے لیے میں اپنے محترم بزرگ جناب مولوی حکیم عبد الرب صاحب نظامی خلف حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحبؒ کا ممنون احسان ہوں کہ اُن کی عنایت سے مجھے اس کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔

[5] تکملہ سیر الاولیاء۔ مناقب فخریہ ص ۴

[6] تکملہ سیر الاولیاء۔ [7] ایضاً ص ۱۰۶

آپ نے فصوص الحکم، صدرا، شمس بازغہ، وغیرہ کتابیں میاں محمد جان سے پڑھی تھیں میاں محمد جان بڑے جید عالم تھے۔ اُن کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف پر بہت عبور تھا۔ اور اُن کے فلسفہ کے پورے ماہر استاد تھے[۱] انہوں نے شاہ فخر الدین صاحب میں بھی امام اکبر کے فلسفہ کا درک پیدا کر دیا۔ ایک زمانہ میں شاہ فخر الدین صاحبؒ نے ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت وجود کی تشریح میں ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر کہ امام اکبر کے باریک نکات کو عوام خاطر خواہ طریقہ پر نہ سمجھ سکیں گے اور پھر شارع کو بدنام کرنا شروع کر دیں گے، اپنے ارادہ سے باز رہے۔[۲]

علاوہ ازیں شاہ فخر الدین صاحبؒ نے کتاب ہدایہ اپنے عہد کے دوسرے عظیم المرتبت بزرگ اور عالم حضرت مولوی عبد الحکیم صاحب سے پڑھی تھی۔ مولانا عبد الحکیم صاحبؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ تھے۔ ان کا توکل اور علمی تبحر دونوں مشہور تھے۔ تکملہ میں لکھا ہے۔

"بزرگے خوب عالم بود...... در علم فقہ تمام مہارت داشت وہم توکل بدرجہ اتم بود"[۳]

اُن کے زہد و توکل کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات پاجامہ تک اُن کے پاس نہ ہوتا تھا اور ایک "نیمہ" میں گذر اوقات کرتے تھے۔ ایسے بزرگوں کی صحبت سے ظاہر ہے کہ شاہ فخر الدین صاحب کو کس درجہ استغنا اور توکل کا سبق ملا ہوگا۔

شاہ فخر الدین صاحبؒ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ نظام الدین صاحبؒ سے بھی کچھ کتابیں پڑھی تھیں۔ شرح وقایہ، مشارق الانوار، اور نفحات الانس اُن ہی سے پڑھیں ان تمام درسی کتابوں کے علاوہ شاہ صاحبؒ نے دیگر علوم و فنون سے بھی واقفیت حاصل کی۔ طب اور تیر اندازی کے متعلق کتابیں پڑھیں۔ فنون سپاہ گری میں انہوں نے کافی مہارت حاصل کر لی۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے:۔

---

[۱] تکملہ سیر الاولیا۔ ص ۱۰۶ [۲] فخر الطالبین ص ۷ [۳] تکملہ سیر الاولیا۔ ص ۱۰۶-۱۰۷

"ذات پاک کہ جامع جمیع علوم و فنون اند در فن سپاہ گری اہم مہارتے تمام داشتند" [1]

بیعت | آپ کے والد ماجد آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ کی اصلاح باطن کی جانب خاص توجہ فرماتے تھے۔ چنانچہ بچپن ہی میں آپ کو اپنا مرید کر لیا تھا[2] شاہ نظام الدین صاحبؒ کے انتقال کے وقت شاہ فخر الدین صاحبؒ کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ باپ نے قاضی کریم الدین کے ذریعہ سے (کہ نسبت خویشی بہ آں جناب داشت۔ ص ۱۰) اپنے عزیز بیٹے کو قریب بلایا اور دیر تک اپنے سینۂ مبارک سے جو آئینہ سے بھی کہیں زیادہ بہتر تھا چپکا رکھ کر اپنی تمام باطنی نعمتیں بیٹے کے سینہ میں منتقل کر دیں اور اس کے بعد آپ کی روح پر فتوح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔[3]

شاہ فخر الدین صاحب نے ابھی تکمیل علوم نہیں کی تھی۔ باپ کے مرنے کے تین سال بعد تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔[4]

لشکر میں ملازمت | تعلیم سے فراغت پانے کے بعد، باپ کے سجادہ پر بیٹھنے کے بجائے آپ نے لشکر میں ملازمت کر لی۔ لیکن درویشی فطرت کا تقاضا تھا۔ اس لیے اس کو کسی طرح نہ ٹال سکتے تھے۔ اگر دن تیغ و سنان کی جھنکار دں میں گذرتا تھا تو رات رکوع و سجود میں۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ شاہ فخر الدین صاحب تمام تمام رات خیمہ میں عبادت کرتے رہتے تھے۔[5] آپ کو اس زمانہ میں اخفائے حال کی سخت فکر رہتی تھی آپ انتہائی سخت ریاضت اور محنت کرتے تھے لیکن کسی کو اس کی خبر نہ ہوتی تھی جو لوگ آپ کی ظاہری حالت کو دیکھتے تھے وہ کبھی اس بات کا گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ شخص اس قدر روحانی مراتب طے کر چکا ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ آخری زمانہ میں اپنی سابقہ ریاضتوں کے متعلق فرمایا۔

"من در ایام سابقہ محنت در مشغولی ہم بسیار کردہ ام" [6]

---

[1] مناقب فخریہ ص ۱۲ [2] فخر الطالبین ص ۱۲ [3] مناقب فخریہ ص ۱۰ [4] ایضاً [5] ایضاً ص ۱۲ [6] فخر الطالبین ص ۱۴

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ آپ نے آٹھ سال تک رات دن مشقتیں اٹھائی تھیں[۱]۔
لشکر میں آپ نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ اور ہمت یار خاں کے ساتھ رہتے تھے۔
مناقب فخریہ میں لکھا ہے:۔

"بہ صحبت نواب نظام الدولہ ناصر جنگ عم مغفور راقم عفی اللہ عنہ و ہمت یار خاں غفر اللہ اوقات بسر بردند و فوج کشی ہا و شمشیر زنی ہا نمودند و صوم دائمی دراں حالات می داشتند" [۲]

لشکر میں گو آپ نے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ جب شہرت زیادہ ہوئی تو لشکر کو چھوڑ کر اورنگ آباد پہونچ گئے۔

اورنگ آباد میں قیام

اورنگ آباد پہونچ کر شاہ صاحب اپنے والد کے سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس زمانہ میں بھی آپ کا یہ اصول رہا کہ حتی المقدور اظہار حال سے گریز فرماتے اور اپنے روحانی کمالات کو پوشیدہ رکھتے۔ لیکن جس خانقاہ اور سجادہ سے آپ متعلق تھے وہاں اس کا اخفا کرنا آسان نہ تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے کمالاتِ باطنی اور ریاضات شاقہ کا علم ہوا اور ساتھ ساتھ عقیدت مندوں کا ہجوم بڑھنا شروع ہو گیا۔

"روز بروز شہرت در افزائش شد۔ آں حضرت دیدند کہ تمام ملک دکھن اشتہار شد۔ خواستند کہ بجائے دیگر عزم فرمایند و ستر حال را بجال دارند" [۳]

لیکن اورنگ آباد چھوڑنا بھی اُن کے لیے آسان نہ تھا۔ جب وہاں سے روانگی کا ارادہ کرتے تو دل میں یہ خیال آتا کہ یہاں میرے والد اور مرشد کا مزار ہے۔ آخر کس طرح اس کو چھوڑ کر چلا جائیں اس خیال کے بعد پھر ارادہ فسخ کر دیتے اسی کشمکش میں تھے کہ ایک رات کو آپ نے خواب میں اپنے والد شاہ نظام الدین صاحبؒ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا۔

شہ اقلیم فقرم بے خودی تختِ رواں ستم   نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں نیندارم[۴]

---

[۱] فخر الطالبین ص ۱۱ [۲] مناقب فخریہ ص ۱۱ [۳] تکملہ سیر الاولیا ص ۱۰۹ [۴] ایضاً ص ؍؍

مولانا روم کے اس شعر سے کچھ استقلال پیدا ہوا

بند بگسل باش آزاد اے پسر
چند باشی بند سیم و بند زر[1]

ڈگمگاتے ہوئے ارادہ میں پختگی پیدا ہوگئی۔ آپ نے اورنگ آباد کو خیرباد کہنے کا تہیہ کرلیا۔

دہلی روانگی | ایک دن آپ اپنے دو ملازم قاسم اور حیات کے ساتھ اورنگ آباد سے پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ یہ سنہ ۱۱۶۰ھ کا واقعہ[2] ہے۔ اس سفر کا حال نظام الملک نے فخریۃ النظام میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے[3]۔ دہلی میں ایک بڑھیا نے آپ کو اپنے یہاں ٹھیرایا یہاں مکان کے قریب ایک بت خانہ تھا۔ ہندو بھی آپ سے عقیدت مندی کا اظہار کرنے لگے[4]۔ یہاں سے چلے تو قطب صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں کی مسجد میں معتکف ہوگئے[5] پھر اپنے سلسلہ کے دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوتے ہوئے حضرت شاہ کلیم اللہؒ صاحب کے مزار پر پہونچے۔ شاہ کلیم اللہ صاحبؒ کے فرزند نہایت محبت سے پیش آئے تین دن تک اُن کے مہمان رہے اس کے بعد کٹرہ پھلیل میں[6] ایک حویلی کرایہ پر لے لی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے

"آں حضرت در کٹرہ پھلیل حویلی بہ کرایہ گرفتند و آں مکاں بہ قدم ایں گلبن رعنا رشک افزائے گلزار شد و دراں محل شغل تدریس درپیش کردند"[7]

یہاں بیعت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں آنے لگے۔

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کا بیٹا اور شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے سلسلہ کا بزرگ دہلی میں

---

[1] مناقب فخریہ ص ۱۶ تکملہ سیر الاولیا ص ۱۰۹ فخر الطالبین ص ۱۲۱
[2] "سنہ یک ہزار و یک صد و شش صد ہجری بود کہ آں حضرت بدولت اقبال داخل شاہ جہاں آباد شدہ بودند" [3] مناقب فخریہ ص ۱۷، تکملہ سیر الاولیا ۱۰۹۔ "فخریۃ النظام" دستیاب نہ ہوسکی۔
[4] مناقب فخریہ ص ۱۸ [5] ایضاً ص ۲۰ [6] شجرۃ الانوار میں اس کٹرہ کا نام بھولیل لکھا ہے۔
[7] مناقب فخریہ ص ۲۰

غیر معروف نہیں رہ سکتا تھا۔ دہلی کے باشندے دونوں بزرگوں سے عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ یہیں قیام کے زمانہ میں شیخ نور محمد صاحب مہاروی جنہوں نے اٹھارویں صدی میں سلسلہ چشتیہ کو پنجاب میں پروان چڑھایا، آپ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے[1] اُن کے علاوہ حافظ محمد قاسم جو بادشاہ شاہ عالم کے امام جماعت تھے اُن کے مرید ہوگئے[2]، مرزا حسین اکبر آبادی جو فنونِ سپاہ گری میں یگانہ روزگار تھے کھچ کر آپ کے قدموں میں آگئے اور مرید ہوگئے۔[3]

پاک پٹن کا سفر دہلی آئے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ شاہ فخر الدین صاحبؒ نے پاک پٹن کا سفر کیا۔ دکن سے روانگی کے وقت انہوں نے اجمیر شریف میں قیام کیا تھا۔ دہلی میں اپنے سلسلے کے سب بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہو چکے تھے۔ بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضری نہ ہوئی تھی۔ اس لیے پاک پٹن کا ارادہ کیا۔ پاک پٹن کا یہ سفر جس طرح سے پورا کیا وہ عقیدت وارادت کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے یہ تمام سفر پیادہ پا طے کیا اور ذوق و شوق کے اس عالم میں کہ پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں لیکن چلے جا رہے ہیں جب بالکل ہی مجبور ہو جاتے ہیں تو ٹھیرتے ہیں اور آبلوں پر مہندی لگاتے ہیں۔ ابھی پورا آرام نہیں ہوپاتا کہ پھر چل پڑتے ہیں۔

شاہ نور محمد صاحب اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ پاک پٹن سے کچھ دور ایک گاؤں میں رات کو دونوں ٹھیر گئے۔ صبح ہوئی تو شاہ نور محمد صاحب نے اپنے مرشد کو نہ پایا۔ تلاش کیا تو صرف نعلین مبارک پڑی ہوئی ملیں۔ بہت تشویش ہوئی آخر بڑی جستجو کے بعد پتہ چلا کہ آپ پاک پٹن پہونچ چکے ہیں اور بابا صاحبؒ کے احترام میں اپنی نعلین اس گاؤں میں چھوڑ گئے تھے۔[4]

پاک پٹن میں شیخ محمد یوسف صاحبؒ سجادہ نشین تھے انہوں نے نہایت محبت کا برتاؤ کیا۔ شاہ فخر الدین صاحبؒ مزار کے قریب ایک حجرہ میں ٹھیر گئے اور مشغول ہوگئے۔ یہاں ہر شب کو ایک ہزار

---

[1] مناقب فخریہ ص ۲۰ [2] مناقب فخریہ ص ۲۱، شجرۃ الانوار [3] مناقب فخریہ ص ۲۱
[4] تکملہ سیر الاولیا ص ۱۱۲ - ۱۱۱

رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔[۱]

پاک پٹن سے جب واپسی ہوئی تو راستہ میں فرمانے لگے کہ دکن کی طرف سے دل میں کچھ تشویش سی پیدا ہو رہی ہے۔ چند ہی دن میں معلوم ہو گیا کہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جن سے شاہ صاحبؒ کو روحانی تعلق تھا شہید کر دیے گئے۔[۲]

دہلی کی واپسی پر شاہ صاحبؒ کچھ دن کٹرہ چھیل میں رہے اس کے بعد اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔[۳]

درس و تدریس | شاہ فخر الدین صاحبؒ نے اجمیری دروازہ کے باہر کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اجمیری دروازہ کا یہ مدرسہ امیر عازی الدین خاں فیروز جنگ کا بنوایا ہوا تھا[۴] اس مدرسہ میں بیٹھ کر آپ نے حقائق و معارف کے وہ دریا بہائے کہ بقول مصنف مناقب فخریہ:-

"........ سینہ ہائے کنوز حقائق و دلہائے معادن معارف گشت خفتگان بیدار و بے ہوشاں ہوشیار گشتند و بے خبراں باخبر و بے اثراں با اثر گردیدند، دل مردگان زندہ، دل زندگان بسمل شدند، بازار عشق و محبتِ الٰہی گرم شد و دریائے ذوق و شوق موجہائے زد۔"[۵]

آپ حدیث کا درس دیا کرتے تھے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا ذکر آپ کے درس کے سلسلہ میں متعدد جگہ آیا ہے[۶] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاص طور سے احادیث کا بھی درس دیتے تھے۔ اس مدرسہ کا نظام کچھ اس طرح تھا کہ شاہ صاحبؒ جن لوگوں کو حدیث کا درس دیتے تھے وہ مدرسہ کے دوسرے طالب علموں کو معقول و منقول کی تعلیم دیتے تھے۔ سید احمد کے ذکر میں لکھا ہے۔

"خود صحیح مسلم در جناب اقدس تلمذ می کنند و در خدمت حدیث مشغول اند۔ و

---

[۱] تکملہ سیر الاولیا۔ ص ۱۱۲۔ مناقب فخریہ ص ۲۴۔۲۳۔ [۲] مناقب فخریہ ص ۲۵ [۳] ایضاً
[۴] ملاحظہ ہو "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" از مولوی ابوالحسنات ندوی ص ۲۸۔۲۷ [۵] مناقب فخریہ ص ۲۷ [۶] فخر الطالبین ص ۲۲۔ ۳۱۔ ۳۲ وغیرہ مولانا سید عبدالحی صاحب نے (باقی ص ۹۱)

درس کتب معقول و منقول بہ شاگرداں می دہند و شب و روز مصروف بہ حکم مولانا در تعلیم و تعلم" [۱]

بعض خاص شاگردوں کو حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ ابتدائی کتابیں بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ میر بدیع الدین کو جو آپ کے بہت عزیز شاگرد اور مرید تھے آپ نے میزان سے لے کر صحیح بخاری تک پڑھائی تھی [۲] ایک مرتبہ آپ کتاب سفر السعادہ کا مطالعہ فرما رہے تھے اس کے بعض مقامات حاضرین کو بھی سناتے جاتے تھے۔ سناتے سناتے فرمانے لگے۔

" دریں ایام دل می خواہد کہ ایں کتاب را بہ شخصے از یاراں درس گویم۔ میر بدیع الدین خود بخاری می خوانند و سید احمد صحیح مسلم، بکر باید گفت" [۳]

آپ کے اس سوال پر مصنف مناقب فخریہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

رمضان کے مہینہ میں علوم درسی کی تعلیم بند رہتی تھی۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کا درس حدیث جاری رہتا تھا [۴] آخری دس دنوں میں یہ بھی موقوف ہو جاتا تھا کیونکہ شاہ صاحبؒ ان دنوں میں معتکف ہو جاتے تھے [۵]

شاہ فخر الدین صاحبؒ کے اس مدرسہ میں دور دور سے طلباء آتے تھے۔ اکثر مشہور مریدین آپ کے اس مدرسہ کے طلبا رہ چکے تھے۔ آپ کی تعلیم کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر باطنی اصلاح کا رنگ غالب تھا سلوک کی تعلیم اس نصاب اور اس درس کا خاص حصہ تھی۔

حضرت شاہ عبد الرحمن صاحبؒ لکھنوی جب تحصیل علم کے لیے دہلی آئے تو سب سے پہلے شاہ فخر الدینؒ ہی کے مدرسہ میں پہونچے اور شاہ صاحب سے علوم ظاہری کی تحصیل کی درخواست کی شاہ صاحبؒ نے جواب دیا جمعیت خاطر کے ساتھ باقی کتابوں کو پڑھ لو علم حاصل ہو جائے گا

(بقیہ ص ۹۰) اس دور میں ہندوستان کا جو نصاب تعلیم متعین کیا ہے اس میں حدیث میں صرف مشکوٰۃ المصابیح کا نام ہے (الندوہ فروری ۱۹۰۹ء ص ۱۲) شاہ فخر الدین صاحب کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اور بخاری بھی بعض مدارس میں رائج تھیں۔ [۱] مناقب فخریہ ص ۳۲۔ [۲] فخر الطالبین ص ۳۱۔ [۳] ایضاً ص ۳۱
[۴] ایضاً ص ۴۸-۴۷ [۵] ایضاً ص ۴۸-۴۷

لیکن چونکہ یہاں سلوک اور علم باطن کے درس وتدریس پر زور زیادہ دیا جاتا تھا۔ اگرچہ اس وقت مولانا کو علم ظاہر کی طرف رغبت زیادہ تھی اس لیے کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد وہ رام پور چلے گئے۔[1]

جس زمانہ میں شاہ فخر الدین صاحبؒ اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول تھے دہلی میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا مدرسہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ شاہ فخر الدین صاحبؒ کے مدرسہ میں تصوف کا رنگ غالب تھا اور سلوک وعلم باطن کی طرف زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ فتاویٰ عالمگیری کے مرتب (شاہ عبدالرحیمؒ) کے مدرسہ میں احسان وسلوک کے ساتھ ساتھ علم ظاہر پر خاص زور دیا جاتا تھا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک زبردست انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

علمی ذوق | شاہ فخر الدین صاحبؒ نے نہایت اعلیٰ علمی ذوق پایا تھا۔ بہت سا وقت مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ کتابوں کا بے حد شوق تھا۔ حد یہ تھی کہ اگر قرض بھی ہاتھ آجاتی تھیں تو لے لیتے تھے۔ آپ کا ایک نہایت عمدہ کتب خانہ تھا۔ فخر الطالبین میں لکھا ہے۔

"مگر کتب ہا کہ حضرت صاحب بسیار دوست می دارند و اگر قرض ہم بدست آید خریدی فرمایند بفضل الہٰی اکنوں کتاب خانہ بسیار در سر کار است"[2]

کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے سامنے رہتی تھی۔ کبھی حدیث بیان فرماتے رہتے کبھی عوارف المعارف سناتے[3] فوائد الفواد سے تو اس قدر عشق تھا کہ ہر وقت سینہ سے لگی رہتی تھی[4]

اخلاق | حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کا اخلاق نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے سے انتہائی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو جب تک اس کی مدد نہ کر لیتے چین نہ پڑتا۔ کسی شخص کو رنجیدہ یا ملول نہ ہونے دیتے تھے۔ ہر آنے والے کی دل جوئی کرتے تھے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ آپ کے پاس سے کوئی شخص رنجیدہ خاطر نہ جائے آپ کے

[1] انوار الرحمٰن ص ۲۷ [2] فخر الطالبین ص ۹۹ [3] شجرۃ الانوار [4] مناقب فخریہ ص ۳۳

اخلاق سے دشمن تک متاثر ہوتے تھے۔ لوگ آپ کی جان لینے کی فکر میں جاتے لیکن جب آپ سے ملتے تو بقول مصنف مناقب فخریہ

اے برتر از سپہر و مہ و مہر جاہ تو
گردن کشاں مسخر تیر نگاہ تو[1]

آپ اپنے اخلاق سے لوگوں کو گرویدہ کرتے تھے۔ ایک افغانی آپ کی خانقاہ میں آیا اور آپ پر حملہ کیا۔ خدام نے ہاتھ پکڑ لیے۔ آپ نے فرمایا ہاتھ چھوڑ دو اور پھر اپنا سر مبارک زمین پر ڈال کر فرمایا "ما حاضریم ہر چہ بخاطر شماست بکنید"[2] وہ شخص اس وقت شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو آدمیوں کو اور اپنے ساتھ لایا۔ اس کو دیکھتے ہی آپ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "صاحب بخیر و عافیت؟" ان الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ اخلاق کا وہ ہتھیار جو پہلی بار اچٹتا ہوا لگا تھا اپنا کام کر گیا اور ان لوگوں نے "سنگ ہائے حویلی" پر اپنے سر اور پیر کوٹ کوٹ کر معافی مانگی۔[3]

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ شاہ فخر الدین صاحبؒ ہر بڑے چھوٹے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ علالت اور "امراض شدید" میں بھی آپ اسی طرح آنے والے کا استقبال کرتے۔[4] مصیبت میں ہر شخص کی دست گیری کے لیے تیار رہتے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹے جب پریشانی میں مبتلا تھے تو آپ نے اپنی حویلی میں رکھا۔ لکھا ہے۔

"فرزندان شاہ ولی اللہ مغفور را در آنچہ متصدیان سلطانی از حویلی علیحدہ ساختہ حویلی را بہ ضبط آوردہ بودند آں حضرت بہ حویلی مبارک جا دادند و غم خواری فرمودند و حویلی مذکور را از جناب سلطان بہ ایشان دہانیدند و باعزاز و اکرام در آں جا رسانیدند"[5]

---

[1] مناقب فخریہ ص ۱۵ [2] و [3] ایضاً ص ۲۵ [4] ایضاً ص ۱۳ [5] ایضاً

لوگوں کی خوشی اور غم میں شریک ہوتے تھے۔ اگر کسی غریب کے یہاں کوئی تقریب یا غمی ہوتی تو کئی کئی بار تشریف لے جاتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو ہدایت فرماتے کہ وہ وہاں جائیں تاکہ "خاطر او مطمئن شود و غم از یں تفقدات کریمانہ برطرف گردد" [۱]

بیمار کی عیادت کرنی ہوتی تو یہی طریقہ اختیار فرماتے۔ خود کئی کئی بار جاتے اور اپنے مریدین کو ہدایت کرتے کہ وہ بار بار مزاج پرسی کے لیے جائیں [۲] ایک مرتبہ اکبرآباد کے ایک پرانے دوست مرزا غلام حسین علاج کی غرض سے دہلی آئے تو آپ نے اُن کی صدر درجہ نگرانی اور امداد کی ایک علیحدہ مکان سکونت کے لیے دیا۔ طبیب معالجہ کے لیے مقرر کیا اور کئی کئی بار خود ان کی مزاج پرسی کے لیے جاتے۔ [۳]

جو لوگ روزانہ یا پابندی سے آنے والے تھے اُن کی غیر حاضری سے بہت پریشان ہو جاتے اور اُن کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بے چین رہتے۔ دو روز پیرا خاکروب نہیں آیا تو بہت متفکر ہوئے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے تو فوراً اُسے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ بہت محبت سے اس کا حال دریافت کیا۔ میر حسن حکیم کو علاج کے لیے مقرر کیا اور نقد انعام دینے کے بعد فرمایا:-

"میاں پیر محمد! شما کہ از دو روز نیامدید از فقیر کہ در پرسش احوال شما تاخیر واقع شد معاف خواہند فرمود" [۳]

اخلاق کی ان ہی بلندیوں کو دیکھ کر مناقب فخریہ کا مصنف بے اختیار پکار اٹھتا ہے۔

بہ دہلی مظہر ماہ حجازی

توگوئی نائب شاہ حجازی [۴]

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دہلی کے ایک شخص نے اپنے زمانہ کے تین بڑے بزرگوں کے اخلاق کا امتحان کرنا چاہا۔ اس نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ فخرالدین صاحبؒ، اور مرزا مظہر جان جاناںؒ

[۱] فخرالطالبین ص ۴۲ [۲] ایضاً ۴۲ [۳] ایضاً ۴۲ [۴] مناقب فخریہ ص ۴۷۔ شجرۃ الانوار

کو مدعو کیا۔ تینوں بزرگ اس کے مکان پر پہونچ گئے۔ میزبان زنانے مکان میں کھانا لینے کے لیے گیا۔ کئی گھنٹہ بعد واپس آیا اور بیوی کی علالت کا عذر کر کر کچھ پیسے ان تینوں بزرگوں کو دیے۔ شاہ فخرالدین صاحبؒ نے یہ پیسے کھڑے ہو کر لیے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بیٹھ کر، مظہر جان جاناںؒ نے یہ کہہ کر کہ تم نے مجھ کو بڑی تکلیف پہونچائی۔

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ شاہ فخرالدین صاحبؒ نہایت صادق القول بزرگ تھے[1] وعدہ بہت کم کرتے تھے۔ لیکن جب کر لیتے تو "تا ایفائے آں بے قرار بودند"[2]

شیخی اور اظہار بزرگی سے آپ کو سخت تنفر تھا۔ جب کسی دعوت یا جلسہ میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیتے۔ اس سے نمائش ہوتی تھی اور یہ آپ کو پسند نہ تھی حکم تھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ منزل مقصود پر پہونچ جائیں[3]

کوئی آپ کی تعریف کرتا تو ناپسند فرماتے۔ کوئی مرید اگر ہاتھ باندھ کر یا گردن جھکا کر ادب یا تعظیم کا اظہار کرتا تو ناخوش ہوتے تھے[4] دعوتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن کسی کی استدعا کو رد بھی نہ کرتے تھے اس لیے کہ "خوشی سائل را برخوشی خود مقدم دارند"[5]

جب کوئی شخص ملنے آتا تو نہایت بشاشت اور خنداں روئی کے ساتھ گفتگو فرماتے[6] اکثر "حضرت" یا "صاحب" سے خطاب کرتے تھے[7] جو شخص ملنے آتا اس سے اس کی فہم و ادراک کے مطابق گفتگو فرماتے۔

"گفتگوئے باہر کس موافق اطوار و باعالم از علم و بہ سپاہی از سپاہ گری و با ہوس از کیمیا"[8]

اسی خوبی کو بیان کرنے کے بعد مصنف مناقب فخریہ لکھتا ہے:۔

"یار ما چوں آب در ہر رنگ شامل می شود"[9]

---

[1] مناقب فخریہ ص ۳۴ [2] ایضاً ص ۳۳ [3] فخر الطالبین ص ۲۳-۲۵ [4] مناقب فخریہ ص ۳۲ [5] فخر الطالبین ص ۲۳ [6] مناقب فخریہ ص ۲۳ [7] ۔ [8] ص ۲۳-۴۲-۴۳۔ [9] مناقب فخریہ

ایک مرتبہ آپ نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ میرے پاس لوگ مختلف خیال سے آتے ہیں بعض مجھ کو عالم جان کر آتے ہیں۔ بعض صوفی خیال کرتے ہیں۔ کچھ کیمیا گر سمجھتے ہیں۔ بعض میرے اخلاق کی وجہ سے ملنے کے لیے آتے ہیں۔ بعض اعمال کے لیے۔

"پس مرا ایں سلوک موافق اعتقاد ایشاں بہ ایشان است" [1]

آپ تحکمانہ انداز میں یا قطعی طور پر کوئی بات نہ کہتے تھے۔ "چنیں باید کرد" کبھی آپ کی زبان سے نہ نکلتا بلکہ ہمیشہ یوں ہی فرماتے" وصلاح چنیں می نماید" [2] کسی سے کوئی کام کرنے کو کہتے تو نہایت نرمی سے۔ لکھا ہے :-

"بطور حکم ہرگز خطاب نہ فرمایند۔ بنوعی ارشاد می کنند کہ گویا شخصے محتاج در خدمت اغیار بعرض رساند" [3]

اکثر ایسا ہوا کہ لوگ آپ کے کتب خانہ سے کتابیں چرا کر لے گئے۔ کوئی اجنبی شخص ان کو فروخت کرنے کے لیے بھی حضرت ہی کی خدمت میں آگیا تو کبھی آپ نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ یہ کتاب تمہیں کہاں سے ملی [4] ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے کپڑے اور چاقو وغیرہ چرا کر لے گیا۔ چور کا پتہ چل گیا۔ لیکن آپ نے اس کے منہ پر قطعاً اس کا اظہار نہیں فرمایا [5]۔ کشمیر کے صوبہ دار بلند خاں نے آپ کی خدمت میں اشرار روپیہ بطور نذر بھیجے۔ لانے والے نے صرف کر لیے۔ بلند خاں کو معلوم ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ صوبہ دار اس کو سزا دے آپ نے لکھ دیا۔ کہ اسی کی قسمت کے تھے اس سے کچھ نہ کہنا "قسمت او بود ہیچ نگوئید" [6]

اخلاق کی یہ بلندیاں لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی تھیں اور اکثر ان کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو جاتا تھا۔

جب آپ دہلی تشریف لائے تھے تو ایک بڑھیا آپ کی خدمت کرنے لگی تھی جب

---

[1] فخر الطالبین۔ ص ۱۴، [2] مناقب فخریہ ص ۲۴ [3] فخر الطالبین ص ۲۵ [4] مناقب فخریہ ص ۲۶
[5] ایضاً ص ۲۰ [6] ایضاً

وہ مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے میر کلو کو آپ کے سپرد کیا۔ آپ نے اس کا بیحد خیال رکھا اور بیٹوں کی طرح اس کی پرورش کی۔ اور

"اور باوجود حرکات جوانانہ گاہے معاتب نشدند والیوم بکمال اعزاز است"[۱]

جس زمانہ میں شاہ صاحبؒ دہلی میں جلوہ افروز تھے وہ بڑی سیاسی بدامنی اور ہنگامے کا دور تھا۔ بڑے بڑے گھرانے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ امیر غریب ہو گئے تھے۔ خاندان کا عزت و ناموس خاک میں مل رہا تھا۔ شاہ صاحبؒ کو ایسے گھرانوں کا خاص خیال تھا۔ اور اُن کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ بھیک مانگنے والوں کو آپ زیادہ نہ دیتے بلکہ یہ فرما دیتے تھے کہ اگر میں ان کو نہ دوں گا تو کوئی دوسرا دیدے گا۔ دینا اُن کا ہے جو اپنی عزت اور ناموس کی وجہ سے بھیک نہیں مانگ سکتے اور فاقے کرتے ہیں[۲]

مریدوں کو آپ ہمیشہ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ہمیں بُرا کہے تو تم اُس سے مکابرہ نہ کرنا[۳]

آپ کی صحبت کے اثرات — شاہ فخر الدین صاحبؒ کی صحبت جادو کا اثر رکھتی تھی۔ جو آپ کی خانقاہ میں آجاتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا جس پر نظر پڑ جاتی وہ شکار ہو جاتا جرائم پیشہ لوگ پناہ تلاش کرنے خانقاہ میں آتے اور ولی بن کر نکلتے[۴] گردن کشاں، تکلیف پہونچانے کی نیت سے آتے اور حلقہ بگوش ہو جاتے۔ اُن کا سر پھوڑنے آتے خود اپنا سر پھوڑتے ہوئے جاتے جس طرف نظر اٹھ جاتی کام کر جاتی۔

این نگاہے است کہ سطح فلک درگذرد
پردۂ دل چہ بود پردۂ افلاک بدرد[۵]

ایک شخص ایذا دینے کی نیت سے آپ کے پاس آیا۔ لیکن یہاں آکر از خود رفتہ ہو گیا اور نعرہ لگانے لگانے لگا۔ "رہزن دل ہمین است"[۶] ایک قاتل اپنی جان بچانے کے لیے آپ کی خانقاہ میں

---

۱ مناقب فخریہ ص ۔۴ ۲ فخر الطالبین ص ۵۵ ۳ ایضاً ۹۹ ۴ ایضاً ۶ ۵ مناقب فخریہ ۹۵ ۶ ایضاً ۵

آیا۔ چندہی روز میں اس کا یہ حال ہو گیا کہ

"درہر کہ نظر می کرد حالتش متغیر مے شد" [1]

ایک مرتبہ دس افغانی آپ کو شہید کرنے کی نیت سے قطب صاحبؒ میں جمع ہوئے۔ لیکن جب نگاہیں ملیں تو عالم بدل گیا۔ مناقب فخریہ کے مصنف نے سچ لکھا ہے۔

نگاہت دشمناں را دوست کردہ | اثرہا دررگ و در پوست کردہ
کہ آرے خلیلے زبت خانہ | کنی آشنائے زبیگانہ [2]

مناقب کا مصنف جب پہلی بار خود حاضر ہوا تھا تو ایسا محسوس کرنے لگا تھا۔

"گویا شرابے بود کہ درجام دل من ریختند و آتشے بود کہ در سینۂ من اندا ختند" [3]

اتباع شریعت وسنت کی تلقین | جس وقت شاہ فخرالدین صاحبؒ نے مسند ارشاد بچھائی تھی اس وقت بڑے بڑے بزرگ دہلی میں موجود تھے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا ہے

"درعہد محمد شاہ بادشاہ بست و دو بزرگ صاحب ارشاد از ہر خانوادہ در دہلی بودند" [4]

لیکن کثیر تعداد ایسے صوفیوں کی تھی جو شریعت وسنت کو چھوڑ چکے تھے۔ اور اپنے نفس کو دھوکہ میں ڈال کر دوسروں کو گمراہ کر رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے ہدایت نامہ میں ایسے دھوکہ بازوں سے بچنے کی ہدایت کی تھی [5] فخر الطالبین کا مصنف سید نور الدین فخری جو شاہ فخرالدین صاحبؒ کا مرید ہے لکھتا ہے

"بہر اہل اللہ ہر کس را کہ نصیب دست دہد قول و فعل او را قال اللہ و قال الرسول انگارد" [6]

یہ بات نور الدین نے اس وقت لکھی ہے جب اس نے اپنے مرشد کو اس معیار پر پورا پایا۔ ملفوظات

---

[1] مناقب فخریہ ص ۱۶ [2] ایضاً ص ۵۰ [3] ایضاً ۴۴-۴۳ [4] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ص ۱۰۶
[5] ہدایت نامہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ [6] فخر الطالبین ص ۲

میں جگہ جگہ اتباع سنت و شریعت کی تلقین ہے۔ خود شاہ صاحبؒ کا یہ عالم تھا کہ معمولی معمولی باتوں میں سنت کا خیال رہتا تھا۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے۔

"در امور جزوی و کلی اتباع سنت نبوی علیہ الصلوٰت والسلام و بہ بندگان نیز درین امر تاکید اکید" [۱]

آپ کی وضع قطع، اعمال و افکار سب شریعت کے مطابق تھے۔ سید نورالدین کا بیان ہے:

"وضع و عمل ایشان مطابق و تابع حدیث نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم" [۲]

تقریر کرتے تو ہمیشہ شریعت کے مطابق۔ جامع ملفوظ کا بیان ہے۔

"تقریر خواجہ کہ عین شریعت واقع شد" [۳]

مسئلہ وحدت الوجود پر شاہ صاحبؒ کا ایمان تھا۔ لیکن اس کے متعلق بحث و مباحثہ اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ اس سے شریعت کے خلاف چند شدید غلط فہمیاں پیدا ہو جانے کا احتمال تھا۔[۴]

اگر کوئی شخص کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو بغیر سند کبھی نہ فرماتے۔[۵] نماز جماعت سے ادا کرتے اور اسی کی تلقین فرماتے" تقید جماعت بدرجہ اتم در خاطر مبارک است"۔ [۶]

معمولی معمولی باتوں میں اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔ برتن "مکان ضرور" اور وضو کے لیے علیحدہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مریدین کو اس کی تلقین فرماتے ہوئے کہنے لگے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔[۷] ایک مرتبہ کھانے کے وقت بیٹھنے کے متعلق فرمانے لگے" میں جس طرح بیٹھا ہوں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔[۸] پھر لوگوں کو مسواک کی ہدایت فرمائی کہ اس پر حدیث شریف میں بہت اصرار کیا گیا ہے کہ جو شخص خواب سے بیدار ہو اُس کو مسواک کرنی چاہیے۔[۹] ایک مرتبہ

---

[۱] مناقب فخریہ ص ۴۰ نیز شجرۃ الانوار [۲] و [۳] فخر الطالبین ص ۱۳۲-۴ [۴] مناقب فخریہ ص ۴۴
[۵] فخر الطالبین ص ۱۴ [۶] ایضاً ۲۶ [۷] و [۸] و [۹] ایضاً ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۱

خوشبو کے استعمال کی تلقین فرماتے ہوئے نہایت محبت آمیز لہجہ میں فرمایا "حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔[۱]

ملفوظات وحالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے مریدوں کو اتباعِ سنت وشریعت پر مجبور کرتے تھے اور طرح طرح سے اس کے فوائد بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنا قصہ بیان کرنے لگے کہ جنگ کے دوران میں بارود سے آنکھوں کو نقصان پہونچ گیا تھا اور ڈر تھا کہ بصارت بہت کم ہو جائے گی لیکن سرمہ کے استعمال سے بصارت میں زیادہ کمی نہیں ہوئی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ یہ متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔[۲]

ایک جگہ مریدوں کو ہدایت ہوتی ہے۔

"درودے کہ در حدیث شریف آمدہ ہموں را بخوانند بطرف چیز ہائے دیگر رجوع نہ کنند و بہ مذہب حنفی تعصب می کنند بطرف حدیث بسیار رجوع دارند۔"[۳]

وفات سے کچھ پہلے کا ذکر ہے کہ ریش مبارک بڑھ گئی تھی۔ ملول ہو کر فرمانے لگے۔

"ایں ترک سنت از ما شد"[۴]

فتنہ سکھ اور شاہ صاحبؒ | شاہ فخر الدین صاحبؒ کے زمانہ میں سکھوں کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہونچ گئی تھیں۔ دہلی کا ہر خاندان ہراساں اور پریشان تھا۔ بڑے بڑے خاندانوں کا عزت و ناموس خطرہ میں تھا۔ شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ صاحبؒ کے نام جو مکتوبات اس زمانہ میں لکھے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی پریشانی کس حد کو پہونچ گئی تھی۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

ایام بردٍ اتت فالقلب منجزع — من قوم سکھ وان الخوف معقول

سردیوں کا موسم آگیا اور دل پریشان ہے — سکھ قوم سے۔ اور دل کا یہ اندیشہ معقول ہے

شاہ فخر الدین صاحبؒ نے قتل وغارت گری کے یہ سب نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے

---

[۱] و [۲] فخر الطالبین ص ۱۰۰-۱۰۱ [۳] ایضاً ص ۴۴ [۴] شجرۃ الانوار

انسانی خون کی ارزانی دیکھ کر وہ خون کے آنسو روتے تھے۔ مسلمانوں کو ہراساں اور پریشاں دیکھ کر اُن کا دل تڑپنے لگتا تھا۔ اُن کو بادشاہ کی حالت پر غصہ آتا تھا کہ وہ ان فتنوں کے انسداد سے کیوں غافل ہے۔ آخر کو نہ رہا گیا اور ایک دن دربار میں بادشاہ سے کہہ اٹھے۔

" بہ تنبیہ آنہا (فرقہ سکھاں) باید پرداخت کہ فلاح دینی و دنیوی در ضمن آن است"[1]

بادشاہ کو ہدایت | چاروں طرف زوال و انحطاط، کشمکش و کشیدگی، ابتری و بربادی دیکھ کر شاہ صاحب مجبور ہو گئے کہ بادشاہ کو سمجھا دیں کہ امراء کے آپس کے لڑائی جھگڑوں سے ملک ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اُسے نظام مملکت کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ایک دن بادشاہ سے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

" سلطان عصر تا بذات خود بہ امور ملک ستانی و ملک داری متوجہ نشود و اختیار محنت و مشقت نہ کند بند و بست بہ ہیچ وجہ صورت نمی گیرد"[2]

حکومت امیروں کے سپرد کرنے کے خطرناک نتائج سے اس طرح بادشاہ کو آگاہ کیا۔

" اگر امیرے مامور و مختار و نائب سلطنت نماید امرائے دیگر ناخوش می شوند و سر بہ طاعت او نمی نہند۔ و بے خبر بہ بے بردگی با سلطان می گردد۔ و رعب سلطان ہر کو مہ نمی ماند۔ و فوج بادشاہی کہ محتاج بہ آں امیر شد او را می شناسد و سر رشتہ تعلق شاں از سلطان منقطع می گردد۔ و در دماغ امیر ہوائے انا ولا غیری می پیچد۔ و گاہ باشد کہ بر سر بغی می آرد۔ و در سلف اکثر ہم چنیں شدہ است"[3]

جس سیاسی بصیرت کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے بادشاہ کو خطرات سے آگاہ کیا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاسی پیچیدگیوں اور زوال کے اصلی اسباب کو سمجھ چکے تھے۔ چنانچہ بادشاہ کو ہدایت فرماتے ہیں۔

پس اول مقدم این است کہ آں صاحب بذات خود مستعد محنت کشی و ملک گیری شوند[4]

---

[1] مناقب فخریہ ص ۳۶۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۱۷ [2] و [3] ایضاً ص ۳۵-۳۶ [4] ایضاً ص ۱۱۷-۱۱۶

رشد وہدایت، اصلاح وتربیت کی جو آواز شاہ صاحبؒ نے بلند کی تھی وہ جھونپڑوں سے لے کر محلوں تک گونجی۔ اس کے اثرات کیا ہوئے۔ کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن شاہ صاحب کی بے باکی اور جرأت کا اعتراف ہر شخص کو کرنا پڑے گا انہوں نے کلمۂ حق بلند کر کرا اپنا فرض ادا کیا۔

شیعہ اور شاہ صاحبؒ اس زمانہ میں شیعوں کا اقتدار ہندوستان میں نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ سادات بارہ اس وقت بادشاہ گر کا کام کر رہے تھے۔ ان کی سیاسی سازشوں نے اگر ایک طرف ہندوستان میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا تو دوسری طرف سنی علماء کے خلاف اُن کی کارروائیوں سے بڑے بڑے بزرگ تنگ آگئے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "ازالۃ الخفا" شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" شاہ کلیم اللہ صاحبؒ نے رسالہ رد روافض ان ہی ہنگاموں سے متاثر ہو کر لکھی تھیں۔

سنی علما پر بڑے بڑے مظالم کیے جا رہے تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو دو مرتبہ چھپکلی کا ابٹن ملوا دیا گیا تھا۔ مظہر جانِ جاناںؒ کو شہید کیا گیا تھا۔ غرض اسی طرح کی مختلف سازشوں نے پرامن زندگی کو ناممکن بنا دیا تھا۔

شاہ فخرالدین صاحبؒ گو ان ہنگاموں سے بہت دور تھے اور شیعوں کو مرید بھی کر لیتے تھے۔ لیکن وہ بھی ان کی سازشوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ ایک واقعہ مناقب فخریہ میں اس طرح لکھا ہے کہ جن دنوں میں دشمنوں نے مرزا مظہر جان جاناںؒ کو شہید کیا میں ایک بڑے درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا کہ ایک ایرانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک بڑے سنی عالم کو تو میں قتل کر چکا ہوں۔ لیکن ابھی جو سب سے بڑا سنی عالم ہے وہ باقی ہے۔ جلد ہی میں اُس کا کام تمام کر دیتا مگر کیا کروں اُس کے اردگرد مریدوں کا جھمگٹا رہتا ہے۔ میں اسے تنہا نہیں پاتا۔[1] اس کی اطلاع جب شاہ صاحبؒ کو دی گئی تو فرما دیا "حق تعالیٰ حافظ وناصر است"

[1] مناقب فخریہ ص ۵۵

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ باوجود اس قدر مخالفت کے ناامید نہ تھے اور شیعوں میں اپنا کام کرتے تھے ۔ وہ انہیں مرید بھی کر لیتے تھے ۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے شاہ فخرالدین صاحبؒ سے کہ "بسیار محبت و بے تکلفی بود"۔ اس کی وجہ پوچھی ۔ فرمایا کہ اس طرح سے وہ تبرا سے باز آجاتے ہیں۔ "ازیں جہت از سب وتبرا باز می آیند" [1] اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاہ صاحبؒ نے اس طریقہ سے شیعوں پر بہت اثر ڈالا۔ ملفوظات شاہ فخرالدین صاحبؒ میں بعض ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جو شیعہ تھے لیکن آپ کی صحبت میں رہ کر سنی ہو گئے تھے ۔ ایک شخص کے متعلق لکھا ہے ۔

> "پیش از ملاقات حضرت مولانا مذہب شیعہ داشت بغلظت تمام۔ الحال بفضل الٰہی تابع سنت است" [2]

امراء وسلاطین سے تعلقات

امراء وسلاطین سے تعلقات کے متعلق صدیوں پہلے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو ہدایت فرمائی تھی

> لو اردتم بلوغ درجۃ الکبار فعلیکم بعدم الالتفات الی ابناء الملوک [3] " یعنی اگر تم بڑے اولیاء کے درجہ تک پہونچنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ بادشاہوں کی اولاد کی طرف توجہ نہ کرو۔

چشتیہ سلسلہ میں اس پر نہایت پابندی سے عمل کیا گیا۔ اور ہمیشہ بزرگوں کی یہ ہی کوشش رہی کہ امراء وسلاطین سے حتی المقدور بچا جائے اور ان کی مجلسوں سے گریز کیا جائے۔ شاہ فخرالدین صاحبؒ بھی اس سلسلہ میں اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل کرتے تھے ۔ امراء وسلاطین نے بارہا ان سے دیہات قبول کرنے کی درخواست کی ۔ لیکن انہوں نے قبول نہ فرمائی ۔ فخرالطالبین کا مصنف لکھتا ہے ۔

> " از اغنیا ملاقات بکمال استغنا دارند" [4]

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ ص ۲۳-۵۷ [2] فخرالطالبین ص ۱۱۶ [3] سیرالاولیا ۔ میر خورد ص ۶۸

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے ہر چند دیہات قبول کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

"ہر چند حضرت ظل سبحانی، امرائے مرید و معتقد تمنائے قبول دیہات نمودند قبول نہ فرمودند وارشاد کردند کہ اگر می خواہند کہ ما دریں شہر باشیم بار دیگر ایں حرف تمنائے بمیاں نیاید" [۱]

ایک دن بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ تشریف لے چلنے کی درخواست کی آپ تشریف لے گئے۔ وہاں مجبوراً آپ کو کھانا بھی کھانا پڑا۔ جب واپس آئے تو آپ نے اس کا تدارک اس طرح کیا کہ فوراً فقرا اور درویشوں کے مکانات پر تشریف لے گئے اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ [۲]

شاہ عالم بادشاہ کو آپ سے بے حد عقیدت تھی [۳] مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ آپ سے ملاقات کے لیے آیا کرتا تھا [۴]۔ عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ شاہ صاحبؒ نے چند تبرکات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے غیاث گڈھ جانا چاہا تو بادشاہ نے نہ جانے دیا۔ ایک مرتبہ چلے گئے۔ جب واپسی کی خبر ملی تو شاہ عالم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔

"چوں حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ خبر فرحت اثر آمدن حضرت مولانا صاحب شنیدند کمال سرور بخاطر گذرانید" [۵]

بادشاہ گل و شیرینی آپ کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا [۶] شاہی خاندان کو بھی آپ سے بے حد عقیدت و ارادت تھی۔ شاہ عالم کی بہن خیر النساء بیگم آپ کی مرید تھیں [۷] نواب زینت محل والدہ شاہ عالم نے آپ کی خدمت میں ایک رتھ سواری نذر گذرانی تھی [۸]

---

[۱] مناقب فخریہ ص ۳۳ [۲] ایضاً ص ۳۵-۳۶ [۳] شجرۃ الانوار [۴] مناقب فخریہ ص ۳۳ [۵] شجرۃ الانوار [۶] فخر الطالبین ص ۱۰۹ [۷] شجرۃ الانوار

امراء و مشاہیر کی عقیدت کا بھی یہ حال تھا۔ فوج کے سینکڑوں سردار آپ کے مرید و معتقد تھے۔ لکھا ہے "سرداران مغلیہ و ہندوستان کہ ہمہ مریدان و مخلصان اند" [1]

کشمیر تک سے صوبہ دار آپ کی خدمت میں نذر بھیجتے تھے [2] لیکن آپ کی استغنا کا وہی عالم تھا۔ مجید الدولہ بہادر نے تین دن تک آپ کے لیے دعوت کا کھانا بھیجا۔ چوتھے دن حکم پہونچ گیا کہ دعوت صرف تین دن تک ہوسکتی ہے اور پھر کھانا نہ آنے دیا۔ [3]

نواب ضابطہ خاں مشہور سرداروں میں سے تھا۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے۔

"اور در حسن اعتقاد مرے بود بے نظیر و در سعادت ازلی یکتائے روزگار بود" [4]

شاہ صاحبؒ کا وہ نہایت مخلص مرید تھا اور بے حد عقیدت رکھتا تھا۔ جب آپ غیاث گڈھ تشریف لے گئے تو اُس نے نہایت عقیدت و ارادت سے خیر مقدم کیا اور دیہات نذر گذرانے چاہے آپ نے انکار کیا اُس نے اصرار کیا کہ مدرسہ کے درویشوں کے مصارف کے لیے قبول فرما لیجیے۔ پاؤں پر پڑ گیا۔ آپ نے پھر بھی قبول نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان کی آمدنی حضرت خواجہ صاحبؒ اور سلطان المشائخ کی درگاہوں اور خادموں کے مصارف میں خرچ کی جائے۔ نیز شاہ جہاں آباد کے بعض مشائخ کو اس میں سے دے دیا جائے۔ [5] شجرۃ الانوار کا مصنف لکھتا ہے

"سبحان اللہ زہے استغنا کہ مزاج مبارک بودیک جبہ برائے خود و یاران خود معین نفر مود" [6]

ایک مرتبہ کسی نے بادشاہ کو ضابطہ خاں کی جانب سے بدظن کر دیا۔ حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ نے بادشاہ کی ناراضگی کو دور کرایا [7]

بہادر شاہ ظفر اور شاہ صاحبؒ کے	بہادر شاہ ظفر نے اپنے دیوان میں جگہ جگہ حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ سے عقیدت و ارادت کا اظہار کیا ہے۔ ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ

[1] و [2] و [3]، [4] ص ۴۰۔ ص ۳۸۔ ص ۴۳ ص ۴۱ [5] مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ ضابطہ خاں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹوں کی مدد کرتا تھا۔ [6] شجرۃ الانوار [7] مناقب فخریہ ص ۴۴

سر پر دستارِ فضیلت بھی انہوں ہی نے باندھی تھی۔ ؎

کیوں نہ تو سر بفلک کھینچے کہ فخرالدیں نے — دی ہے دستار ترے سر پہ کھینچ کے باندھ

ظفر نے حضرت شاہ صاحبؒ کو بچپن ہی میں دیکھا ہوگا اس لیے کہ شاہ صاحبؒ کا وصال ۱۱۹۹ھ میں ہوا تھا اور ظفر ۱۱۸۹ھ میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن عقیدت کا یہ عالم ہے کہ بار بار اس کا اظہار کرتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ؎ اے ظفر میں کیا بتاؤں تجھ سے کہ جو کچھ ہوں سو ہوں

لیکن اپنے فخرِ دیں کے کفش برداروں میں ہوں

؎ جو ہاتھ آئے ظفر خاکِ پائے فخرالدین — تو میں رکھوں اسے آنکھوں کی توتیا کیلیے

؎ کوچہ فخرِ جہاں کی اے ظفر
خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہے

؎ سچ تو ظفر یوں ہے کہ جز فخرِ دیں — اور نہیں کوئی سہارا سب مجھے

؎ جو سمجھے کفشِ پائے فخرِ دیں کو تاج سر اپنا
پسند اس کو ظفر کب افسرِ شاہانہ آتا ہے

؎ ظفر رکھتے نہیں مطلب جہاں کے نکتہ دانوں سے
ہمیں فخرِ جہاں کا ایک نکتہ سو برابر ہے[1]

اسلامی سوسائٹی کو درست کرنے کی کوششیں

شاہ صاحبؒ نے جس وقت مسندِ ارشاد بچھایا تھا اس وقت اسلامیانِ ہند تنزل و انحطاط کی آخری حد پر پہونچ چکے تھے۔ مذہب کی روح ختم ہو چکی تھی۔ توہم پرستی میں ہر شخص گرفتار تھا۔ اعمال، تعویذ گنڈوں میں حد سے زیادہ اعتقاد تھا اور اس نے عمل کی طاقت کو سلب کر لیا تھا۔ زندگی جمود مرگ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ ہر شخص ایک گونہ بے خودی کے عالم میں مست و خراب تھا۔

مذہب سے ناواقفیت عام تھی۔ قرآن عربی میں تھا اس لیے اس کا سمجھنا مشکل تھا۔

---

[1] اس موضوع پر ایک علیحدہ مضمون "بہادر شاہ ظفر اور شاہ فخرالدینؒ" میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

کتاب اللہ محض تبرک بن کر رہ گئی تھی مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ سورہ یٰسین کا فائدہ اور مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کے پڑھنے سے دم آسانی سے نکل جاتا ہے۔ یہ مذہب کی روح مردہ ہوجانے کی آخری اور حسرتناک حد تھی۔ انہیں حالات کے پیشِ نظر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قرآنِ پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا تاکہ ہر خاص وعام اس سے استفادہ حاصل کرسکے اور کتاب اللہ جو ہدایت کے لیے بھیجی گئی ہے صرف تبرک بن کر نہ رہ جائے۔

شاہ فخر الدین صاحبؒ بھی عوام کی اس ذہنیت کو دیکھ رہے تھے انہیں اس کا احساس تھا کہ مسلمان کس طرح تعلیمات اسلام سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ چند رسوم کی پابندی کو وہ اسلام سمجھے بیٹھے ہیں صحیح تعلیم ان تک نہیں پہونچ رہی چنانچہ انہوں نے جمعہ کے خطبہ کو اردو میں پڑھنے کا مشورہ دیا۔

"پس اگر خطبہ بہ لفظ ہندی دریں مملکت خواندہ شود برائے چیزے کہ موضوع است حاصل می شود۔ الا برائے سائر الناس فائدہ ندارد کہ از زبان عربی واقف نیستند" [۱]

یہ سب باتیں اس لیے تھیں تاکہ عوام مذہب کی حقیقت و ماہیت کو سمجھ سکیں اور ان میں صحیح اسلامی روح پیدا ہوسکے۔

شاہ فخر الدین صاحبؒ کے زمانہ میں تعویذ گنڈوں کا بہت زور تھا۔ دنیادار صوفیوں نے اس کو اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا تھا اور اس طرح مسلمانوں کے قوائے عمل کو شل کر رہے تھے شاہ فخر الدین صاحبؒ نے جب اس کے برے اثرات دیکھے تو لوگوں کو اعمال و وظائف بتانے سے گریز کرنے لگے۔ لکھا ہے

"آنحضرت را از خواستن اعمال نفرت کلی است" [۲]

جس کسی کو کچھ بتانا ہوتا تو خود مناسب موقع پر بتادیتے لیکن عام طور سے اعمال بتانے سے پرہیز کرتے۔ اگر مجبوراً کسی کو عمل بتانا پڑتا تو حدیث شریف سے بتاتے۔ لکھا ہے۔

---

[۱] فخر الطالبین ص ۷۴ [۲] مناقب فخریہ ص ۳۹

"اکثرے اعمال حضرت مولانا از حافظ جیو سند دارند وصحت حدیث شریف"

یہ حافظ جیو کون تھے۔ ان کے متعلق بھی سن لیجیے۔

"حافظ جیو شاگرد شیخ محمد طاہر خلف الرشید شیخ ابراہیم کردی بودند و جامع فن حدیث" [1]

آپ کی تلقین تھی کہ ہر شخص کو تابع رضائے خداوندی ہونا چاہیے [2] سید نورالدین فخری نے آپ سے عمل پوچھا۔ فرمانے لگے میں پہلے ہی سے لوگوں کو عمل کم بتاتا تھا۔ فلاں شخص کو عمل بتانے کے بعد میں کسی کو نہیں بتاتا۔ اس نے عمل کا بے جا استعمال کیا۔ پھر فرمایا۔

"عمل شخصے را باید گفت کہ اگر کسے بسیار تصدیع دہد بلکہ بے حرمت کند تاہم از عمل در مقابلت نیاید وبرخدا بگذارد" [3]

شاہ صاحبؒ نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی غلط فہمیوں کو دور کیا اور عوام کے خیالات کی اصلاح کی۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحبؒ کے مرید ہوجانے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا ہر کام ہوجائے گا۔ آپ نے نہایت صاف طریقہ سے تنبیہ کی۔

"در کارخانہ خدائے مداخلت نکنیم۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہرچہ خواستہ باشد بکند" [4]

اس زمانہ میں لوگ مختلف طریقوں اور سلسلوں پر بیک وقت چلنے کی فکر کر رہے تھے اس طرح سے ہر سلسلہ کے روحانی نظام کی مرکزیت اور افادیت کم ہوتی جارہی تھی۔ آپ نے ان حالات کو دیکھ کر پھر ایک بار" یک در گیر ومحکم گیر" کی آواز بلند کی۔ اور فرمایا۔

"کمال مرد ہمین است کہ در یک مذہب یا در یک طریق یا در یک

---

[1] فخرالطالبین ص ۱۲۶ [2] ایضاً ص ۱۲۷ [3] ایضاً ص ،، [4] ایضاً ص ۱۱۵

رو دستش در ہر چیزے کہ بباید داد اور اید ہ و ستے و دم را دران مخلوط نہ کنند“ [۱]

نماز کی آپ کو خاص فکر رہتی تھی۔ ”الصلوٰۃ عماد الدین“ پر آپ کا ایمان تھا۔ مریدوں سے نماز کے متعلق پوچھتے تھے اور بچوں کو نماز سکھانے کی تاکید فرماتے تھے [۲]

نظام سلسلہ اور تبلیغی مساعی

حضرت شاہ صاحبؒ ہر شخص کو جو مرید ہونا چاہتا تھا اپنے سلسلہ میں داخل کر لیتے تھے [۳] لیکن خلافت کے معاملہ میں آپ سختی برتتے تھے [۴] ۱۱۹۹ھ میں آپ نے بیعت کرنے کی عام اجازت دیدی لیکن ”بشرط اتباع سنت و عمل بر کتاب“ [۵]

تبلیغ کے سلسلہ میں آپ کا وہی مسلک تھا جو حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ اور دیگر بزرگان سلسلہ چشت کا تھا۔ کہ ہندوؤں کو ذکر بتادو اس انتظار میں نہ رہو کہ وہ پہلے مسلمان ہو جائیں پھر ذکر بتایا جائے اس لیے کہ ”ذکر خود او را در ربقۂ اسلام خواہد کشید“ [۶]

اس زمانہ میں بہت سے ہندو خاموش طریقہ سے مسلمان ہوئے تھے بعض کا ذکر شاہ کلیم اللہ صاحبؒ کے سلسلہ میں کیا گیا ہے۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان صاف طور سے مخالفت کے ڈر میں نہیں کرتے تھے۔ اور یہ ڈر ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ شجرۃ الانوار میں ایک ہندو عورت کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کھلم کھلا مسلمان ہو گئی تھی اور اس کے بعد دہلی میں بلوہ ہو گیا۔ بدامنی یہاں تک پھیلی تھی کہ حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ نے دہلی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ خاموش طریقہ سے اسلامی تعلیمات اور پیغام پھیلایا

---

[۱] فخر الطالبین ص ۱۲ [۲] ایضاً ص ۲۷-۲۶ [۳] ایضاً ص ۵۹ [۴] ایضاً ۸۲
[۵] تکملہ سیر الاولیا ص ۱۲۱ [۶] مکتوبات شاہ کلیم اللہ دہلویؒ

جائے۔ تاکہ کوئی عام مخالفت رونما نہ ہو۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات میں بھی ایک ہندو اتم چند کا ذکر ہے وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن اس کا اظہار نہ کرتا تھا۔[۱] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمام ان بزرگوں نے جو تبلیغ و اصلاح کے کام میں مصروف تھے اسی طرح سے اپنے کام کو انجام دیا۔

نورالدین فخری نے کئی ایسے ہندوؤں کا ذکر کیا ہے جو حضرت شاہ فخرالدین صاحبؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ لکھا ہے۔

"ہندوے آمد کہ از دستے در طریقہ شامل شدہ است و نماز ہم باخفا می گذارد گویا از یاران است"[۲]

شاہ فخرالدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس انتظار میں نہیں رہنا چاہیے کہ اول مسلمان ہوجائیں پھر ذکر بتایا جائے۔

"ما را چناں معلوم است کہ از تعلیم نام خدائے عز و جل کوتاہی نباید کرد و در بند آں نباید شد کہ اول مسلم شود من بعد چیزے شغل کند۔ نام اثرہا است خود بطرف خدا خواہد کشید"[۳]

یہ وہی حکمت تھی جس کی تاکید شاہ کلیم اللہ صاحبؒ نے فرمائی تھی اور جس کی تاثیر اُن کے سلسلہ کے ہر بزرگ نے محسوس کی تھی اور اس پر عمل کیا تھا۔

وفات حضرت شاہ فخرالدین صاحبؒ نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا۔[۴] آپ کی عمر اس وقت ۷۳ سال تھی۔ وصال سے ایک دن قبل زبان پر مثنوی کا یہ شعر تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگذارم سراسر جاں شوم

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ ص ۱۱ [۲] فخر الطالبین ص ۶۸ [۳] ایضاً ص ۶۹ [۴] شجرۃ الانوار

وصیت تھی کہ انتقال کے بعد جنازہ میڈھو خاں کے سپرد کر دیا جائے۔ میڈھو خاں آپ کے عزیز مرید تھے اور پہاڑ گنج میں رہتے تھے۔ حاجی محمد امین نے جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مرید تھے، آپ کو غسل دیا اور حضرت خواجہ قطب الدین صاحب میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ [1]

آپ کے مزار کے سرہانے یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا اِلٰہَ اِلّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بگذاشت فخر دیں چوں مہماں سرائے فانی — بر آستانہ جاوداں قطب جاودانی

سال وصال آں ماہ از غیب چوں بجستم — تاریخ گفت ہاتف خورشید دو جہانی

۱۱۹۹

من کلام سید الشعرا مقبول الٰہی ۱۲۱۸ھ

اولاد | حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کے ایک بیٹے تھے۔ اُن کا نام غلام قطب الدین تھا۔ وہ دکن میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ صاحبؒ جب دہلی آئے تھے تو اُن کو اپنی بہن کے سپرد کر آئے تھے [2] شاہ فخر الدین صاحبؒ کے بعد غلام قطب الدین صاحبؒ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بھی اپنے تقدس اور زہد کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔ محمد اکبر شاہ اُن کا مرید تھا۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔

"حضرت ظل سبحانی محمد اکبر شاہ بادشاہ .... با اعتقاد تمام مرید آں فرزند رشید حضرت فخر صاحب گشتند و بعضے فرزندان و متعلقان خود را نیز مرید کنانیدند"

---

[1] شجرۃ الانوار ۵۲ واقعات دار الحکومت دہلی۔ از مولوی بشیر الدین ج ۲ ص ۲۶۷

[2] ملفوظات شاہ عبد العزیز صاحبؒ

بہادر شاہ بادشاہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ غلام قطب الدین صاحب کا مرید تھا۔

شاہ غلام قطب الدین صاحبؒ کے بھی ایک بیٹے تھے۔ اُن کا نام میاں نصیر الدین تھا۔ اُن کو میاں کالے کہتے تھے۔ اُن کی حویلی گلی قاسم جان میں تھی جو اب احاطہ کالے صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ میاں کالے کے لڑکے میاں کمال الدین تھے۔ اُن کو اورنگ آباد بھیج دیا گیا تھا۔ وہاں اُن کے لڑکے سیف الدین وغیرہ پیدا ہوئے۔ [۱]

خلفاء و مریدین حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کے مرید نہایت کثیر تعداد میں تھے تکملہ سیر الاولیاء میں اُن کے تیس [۳۰] مشہور خلفاء و مریدین کے نام دیے ہیں۔ خاص طور سے آپ کے دو خلفاء بہت مشہور اور معروف ہیں۔ حضرت شاہ نور محمدؒ صاحب مہارویؒ جنہوں نے پنجاب میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو فروغ دیا اور حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلویؒ جنہوں نے یوپی میں اس سلسلہ کو پروان چڑھایا آیندہ مضمون میں ان دونوں بزرگوں کے حالات بیان کیے جائیں گے۔

---

[۱] میاں قطب الدین صاحبؒ کی اولاد کے یہ حالات سر سید راس مسعود کے ماموں نواب مصلح الدین صاحب نے خواجہ حسن نظامی صاحب سے بیان فرمائے تھے۔ (منادی ۱۲ر اگست ۱۹۳۶ء) خواجہ صاحب نے نواب صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ "اُن کی معلومات احوال قدیم کی نسبت ایسی ہے کہ دہلی میں کوئی شخص ان کی برابر پرانی باتوں کو نہیں جانتا۔"